دین حسین

از تصنیفات

ہز اکسلنسی راجہ راجایان سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت

جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص شاد

تلمیذ

حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمہ

باہتمام

سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی اڈیٹر ذخیرہ

ذخیرہ پریس حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

فہرست کتب تصانیف ہز اکسلنسی راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی متخلص شاد تلمیذ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمہ

نمبر	نام کتاب	نمبر	نام کتاب
۱	سیر پنجاب	۱۷	گلبن تاریخ
۲	چنچل نار	۱۸	قدوم سلطانی -
۳	آنکھ والا آنکھ والی کی تلاش میں	۱۹	نذر سلطان -
۴	روضۂ شریف -	۲۰	شگوفۂ بہار
۵	بزم سخن	۲۱	ارمغان وزارت
۶	نذر شاد -	۲۲	دسہرا
۷	جذبات شاد	۲۳	مطلع خورشید
۸	فریاد شاد -	۲۴	مخزن القوافی
۹	ہدیۂ شاد	۲۵	بزم خیال - حصہ اول
۱۰	نغمۂ شاد	۲۶	" حصہ دوم
۱۱	ترانۂ شاد	۲۷	" حصہ سوم
۱۲	رقعات شاد	۲۸	مجموعہ مناجات
۱۳	رباعیات شاد	۲۹	اسپیچ محبوب گنج
۱۴	نسیم سحر	۳۰	سفر دو ہفتہ
۱۵	صبح امید	۳۱	ایمان شاد
۱۶	صناع حکمت	۳۲	دین حسین



ہز اکسلنسی راجہ راجایان سر کشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای شاد پیشکار آصفجاہی

انتساب

یہ اگر تحفۂ ناچیز ہو مقبول امام
شادکام بھی شاد کا نکلے رہے دنیا میں نام

فقیر شاد اپنے اس ناچیز اور بے بضاعت تحفۂ عقیدت کو کسی دنیا
کے بادشاہ کے نام سے معنون کرتا ہے نہ کسی دولتمند امیر
نہ کسی محب یا فقیر کے۔ بلکہ اس شہنشاہ عالیجاہ فلک بارگاہ
کے نام نامی سے معنون کرتا ہے جو محبوب خدا کے محبوب اور
مقبول القلوب طالبوں کے مطلوب یعنی نور نظر اسد اللہ الغالب
علیؑ شیر خدا لخت جگر فاطمہ زہرا حضرت امام حسینؑ شہنشاہ
دین مصطفویؐ۔ واقف اسرار جلی و خفی شاہ شہیدان کربلا ہیں
یہ میری نذر نہ کسی دنیوی غرض سے وابستہ نہ کسی قوم کی خوشامد

کا گلدستہ کسی سیاسی غرض سے پیش نہیں بلکہ سچی عقیدت اور

نیازمندی میں الفت کا پیمانہ ہی۔ خدا کرے کہ یہ میری ناچیز نذر بارگاہ

عالیجناب نور نظر بوتراب میں مقبول ہو جائے اگر فقیر حقیر مستحق کسی

صلہ کا سمجھا جائے تو نہ دولت کی تمنا ہی نہ مسند حکومت کی آرزو اگر تمنا ہے

تو یہی ہی کہ خدا کی توحید پر ثابت قدم رہوں و بحالت فنا و بقا

آپ کا نام زبان و دل سے جپوں

اور جب تک دنیا میں رہوں با آبرو اور آخرت میں سرخرو

اور آل و اولاد کی طرف سے شاد و بامراد رہوں۔

خادم و جاروب کش روضہ حسینؑ

فقیر حقیر شاد عفی عنہ

ہو الکل　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　یا معین



خود شاہ نے حسینؑ خلافت کا ذکر کیا
شاد
اسلام سچ جو پوچھو تو دین حسینؑ ہے



میرے پیارے حضرت خواجہ حسن نظامی نے ایک سال پیشتر محرم نامہ کی ایک جلد مجھے مرحمت فرمائی تھی اس تاکید سے کہ شاد اس کو ابتدا سے آخر تک دیکھ کر اپنی ناچیز رائے عرض کرے مگر بمصداق -

دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

اِس ارشاد کی تعمیل میں میرے خانگی افکارات
اور افسردہ دلی سدراہ ہوئی دوبارہ ایک
عرصہ کے بعد میرے ممدوح نے پھر استفسار
فرمایا کہ میں نے اِس کتاب کو دیکھا یا نہیں۔
جب بھی میں حیدر آباد کے وبائے طاعون
کی وجہ سے ہمراہ رکاب اعلحضرت مدظلہٗ
بمبئی گیا ہوا تھا اِسی لئے پھر بھی میں نے
معذرت چاہی تیسری مرتبہ حضرت نے پھر
وہی استفسار فرمایا جو چند دنوں قبل فرمایا
تھا ابتو میں نے اس کتاب کے مطالعہ کا بیڑا اُٹھایا
اور نہایت اطمینان قلب سے اِس کا معاینہ

کیا۔ اور مطالب و مقاصد پر اپنے حسب استعداد
ایک گہری نظر ڈال کر ورق گردانی کی۔
الحمدللہ ۲۹ رمضان کو اِس کتاب کا مطالعہ
ختم ہوا۔ اخیر حصہ اِس کتاب کا حضرت
امام علیہ السلام کی شہادت کے دلگداز واقعہ
پر مشتمل ہے اِس کے مطالعے نے دل و جگر پر
برما چلا دیا۔ ہوش و حواس پر اثر ڈالا۔ نعرہ
نے آسمان تک پہنچنے کی کوشش کی۔ موتی
سے آنسو بے ساختہ اُبل اُبل کر دامن میں
گرے۔ اور فنا ہو گئے۔ بعض اشک رخسار و سے
آگے نہ بڑھ سکے وہیں خشک ہو کر رہ گئے

جب اِس کتاب کو ختم کر چکا تو سوچا کہ خواجہ صاحب نے رائے جو طلب فرمائی ہے دراصل کس بات پر رائے مانگی ہے آیا۔ حضرت کی جادو نگاری کے متعلق رائے دوں۔ یا واقعات کے متعلق تبصرہ لکھوں اور اپنی ناقص رائے عرض کروں۔ چونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ خواجہ کو اپنے مضمون نگاری کے متعلق رائے مانگنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اُن واقعات پر قول فیصل مجھ غریب سے طلب فرماتے ہیں جو کتاب میں درج ہیں اور جن کا لگاؤ دراصل اہل سنن

اور تشیع کے جھگڑے سے متعلق ہے
محبت اور عقیدت کا اقتضاء تو یہی ہے
کہ خواجہ نے جس جانفشانی اور سوزنہانی
اور رازدانی کیساتھ مسئلہ خلافت پر روشنی
ڈالکر اصلی واقعات کو تاریکی سے بمصداق
یخرج النور من الظلمات روشنی میں لاکر شاہد مقصود
کے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے۔ اُس کی
کماحقہ داد دی جائے مگر اس کے متعلق
شاد سا بے بضاعت اور ناچیز بندہ کیا
کرسکتا ہے اور وہ بھی ایسا کہ بلحاظ قومیت
کے اِس مسئلہ خاص کے متعلق رائے زنی

کا کسی طرح مستحق نہیں بلکہ زبان ہلانا بالکل
ایسا ہے "کہ برسے نہ برسائے ناحق جیا ترسائے"
ڈرتا ہوں شرع کے شاہ راہِ رہرو میری اِس
خامہ فرسائی کو نشانہ ملامت نہ بنائیں۔
اور بادل کی طرح مجھ پر چھا نہ جائیں۔ اور
بیچارہ شادؔ اِس مثل کا مصداق نہ بنجائے
کہ "سر منڈاتے ہی اولے پڑے" لیکن پھر
سوچتا ہوں کہ اِس ڈر سے خاموشی اختیار
کرنا اور خواجہ صاحب کے ارشاد کی تعمیل سے
جی چرانا بظاہر اخلاقی کمزوری پر محتمل ہوگا
اِس لئے کہ ہر کسی معاملہ میں ہر فرد و بشر کو

اپنی واقفیت اور علمیت حق شناسی کی
حد تک آزادی قدرتًا حاصل ہے
اور ہر فرد وبشر کو مجاز ہے کہ اپنی رائے
صحیح یا غلط جیسی ہو بیان کردے یا لکھدے
بس اِس قدرتی استحقاق کے لحاظ سے
اگر میں خالصًا مخلصًا للہ جو کچھ خیال میں آئے
دل کھول کر بک جاؤں یا یہ کہئے کہ بیوقت
بادل کی طرح برس جاؤں تو مجھے انصاف
پسند احباب سے امید ہے کہ کسی دفعہ تعزیرات
سے اُس کو متعلق نہ کردیں گے اور قاعدہ
بھی یہی ہے کہ جرم قائم کرنیکے پہلے نیت

دیکھی جاتی ہے:-
میری دانست میں مسئلہ خلافت کے متعلق
رائے زنی کرنیکے قبل چاہئیے کہ اصحاب
باتمکین کون تھے اِس پر ضرور نظر ڈالی جائے
مجھے اِس موقع پر سرکار اندا تا محبوب دکن
کا ایک واقعہ یاد آیا ہے جو بالکل اِس
بحث سے متعلق ہے اور جس کو یہاں
علیٰ رؤس الاشہاد بیان کرنے کو اپنا ایک
اہم اور ضروری فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس
واقعہ سے خود بخود یہ نتیجہ نکل آئے گا۔ کہ
مرحوم و مغفور درحقیقت ایک حکیم السیاستہ تاجدار دکن

تھے اور خداوند عالم نے بہت سے صفات
مختص طور پر حضرت کو ودیعت فرمائے تھے
خدا بخشتے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں
قصہ مختصر۔ ایک روز پرانی حویلی کے ایوان میں
اعلحضرت برآمد تھے اِس وقت غالبًا حضرت
کی عمر پچیس ستائیس سال کی تھی مگر بقول۔
لارڈ کرزن اور رزیڈنٹ فیٹزپیاٹرک کے۔

The Nizam Mahbub has an

old head on his young shoulders

یعنی نظام محبوب علی خاں جوان کاندھوں پر
تجربہ کا سر رکھتے ہیں۔

ایسی تعریف نہایت دانشمند مدبر سلطنت
کی کیجاتی ہے۔ ہر شخص کے لئے یہ فقرہ دستار
کا طرہ نہیں ہوسکتا۔
الغرض آقا شوستری المتخلص بہ طوبیٰ جن کو
حضرت مرحوم کے استاد ہونے کی بھی عزت
حاصل تھی حاضر دربار ہوئے اور آداب
عرض کرکے مؤدب کھڑے ہوگئے۔
اعلیحضرت جو خلق مجسم کی جیتی جاگتی تصویر
اور اپنے نبیؐ مکرم کے برگزیدہ صفت سے
قدرتاً موصوف تھے نہایت خندہ پیشانی
کیساتھ اِن کی طرف مخاطِب ہوکر ہمکلام ہوئے

پر سر گفتگو محبوب یار جنگ نے جو حاضرِ دربار تھے کچھ خلافت کا ذکر چھیڑ دیا اور اِس طرح سے اعلیٰحضرت کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ سرکار اِس مسئلہ خلافت میں ان سے یعنی مولانائے شوستری سے مناسب سمجھیں تو دریافت فرما سکتے ہیں مرحوم تاجدار دکن نے کسی قدر تامل فرما کر مولانائے شوستری سے اِس طرح خطاب کیا

(محبوب دکن) آقا میں ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ راست راست اپنا منشاء ظاہر کریں بلکہ

یقین ہے کہ آپ واقعات پر پردہ نہ ڈالیں گے

(طوبیٰ، قریانت شوم کہہ کر متوجہ ہوئے۔

(اعلیٰحضرت) میں صرف آپ سے اتنا پوچھتا ہوں کہ آیا آپ بھی شیعہ تبرّائی ہیں؟ اور مسئلہ خلافت کے متعلق کیا آپ کے ذہن نشین ہے۔

(طوبیٰ) کسی قدر تیز آواز سے گرم ہو کر تقریباً اس طرح اور کم و بیش انہی الفاظ میں "ہر کس شیعہ باشد و تبرّا کند۔ خاکش بدہن بندہ ازاں گروہ نیستم نہ شیعانِ علی ہچنیں اند۔ در مسئلہ خلافت راست میگویم و صاف میگویم کہ علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ التحیۃ والصّلوٰۃ

مستحق خلافت بود ہر چند کہ تبرّائی نیم اما از ہمہ
صحابہ عقیدت ہم ندارم۔
(محبوب دکن) نہایت متانت اور سنجیدگی
سے۔ آقا۔ آپ کی اس آزاد گفتگو سے میں
نہایت خوش ہوا اور آج سے میرے
دل میں آپ کی زیادہ قدر پیدا ہوگئی۔ اگر
کچھ بھی میری رعایت یا رعب سے اِس جواب
میں مصلحت کی امیزش ہوتی تو میں ہرگز
خوش نہیں ہوتا۔ اب رہا مسئلہ خلافت تو
جبکہ بارہ سو سال سے اِس مسئلہ میں علماء
و مجتہدین کو اختلاف رہا ہے اور کبھی اِس کا

تو اب اُن ہر سہ معزز صحابی کے متعلق بدظنی

دور از کار اور ناروا ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تجہیز و تکفین میں اہلِ بیت سب مصروف

و مشغول تھے۔

خصوصاً جناب امیر علیہ السلام جب صاحبِ ذوالفقار

نہایت مغموم تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ لحمک

لحمی دمک دمی کے لحاظ سے

"من تو شدم تو من شدی"

کے مصداق ہو چکے تھے اور فرطِ غم کے

باعث اِس وقت کسی امر میں شرکت نہیں

فرما سکتے تھے اور ایک طرف ایک گروہ مخالفین
کوشش کر رہا تھا کہ خلافت ہم میں سے کسی کو
ملے۔ اِس بات کا بیڑا اُٹھایا تھا کہ آج نص نہیں
یا سرِ وحی نہیں تو ایسے مفسدوں کے مقابلہ
میں خلافت کی حفاظت بجز اِس کے ناممکن
تھی کہ ممتاز سربرآوردہ صحابین میں سے کوئی
بھی ایک اُسی وقت تاجِ خلافت کو سر پر رکھکر
اِس عہدے کو محفوظ کرے اِس حفظ ما تقدم
میں اگر جناب ابوبکر صدیق کے سر سہرا
باندھا گیا تو کیا اس سے جناب مولیٰ کی
عظمت میں جن کو انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

کا تاج افتخار دربار رسالت سے عطا ہوا تھا
کسی طرح کی کمی آسکتی ہے! یا کوئی دوسرا
تاجدار اسد اللہ الغالب پر غالب آسکتا ہے
ایسا سوچنا بھی واقعیت بلکہ عقل کے خلاف ہے
جہاں تک اس قسم کے واقعات کا ذکر میں نے
کتابوں میں دیکھا ہے اور آپس کے میل جول
اور اتحاد کی روایتیں معاینہ کیں اُس سے
صاف ظاہر ہے کہ ہر صحابی جناب مولیٰ
مشکل کشا کی عزت کرتے تھے اور اِن کو
ہر طرح سے معزز اور مرجع مانتے تھے۔ مجھے
ایک واقعہ یاد آتا ہے جس کا ذکر ایک مرتبہ

وعظ کی محفل میں سنا تھا اور جس میں
اصحاب کبار کے آپس کے اتحاد کا ذکر
بھی آیا تھا وہ یہ ہے کہ کسی موقع پر حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت
امام حسینؑ سید الشہدا کے ساتھ کھیل
کود میں شریک تھے ہم سنوں کا مجمع تھا۔ کسی
بات پر جناب سید الشہدا نے حضرت عمرؓ
کے فرزند کو غلام کے لفظ سے منسوب کیا
وُہ روتے ہُوئے باپ کی خدمت میں
حاضر ہُوئے۔ اتفاق سے تینوں صحابی
مسجد میں جمع تھے وجہ آزردگی کی دریافت

کی عمرؓ کے فرزند نے واقعہ بیان کیا تینوں
صاحبوں نے حضرت عمرؓ کے فرزند کیطرف
مخاطب ہو کر کہا کہ اے فلاں یہ رونے کی
بات نہیں ہے نہایت خوشی اور مسرت
کی بات ہے زہے نصیب ہمارے کہ حضرت
امام حسینؑ نے تجھ کو اپنے غلاموں میں
شریک کیا۔ بلکہ یہ ایک سند ہے ہمارے
سب کے لئے فوراً جا کر حضرت سے لکھوا لے
کہیں ایسا نہ ہو کہ اِس خطاب کے دُوسرے
مستحق ہو جائیں۔
اگر یہ واقعہ صحیح ہو اور ضرور صحیح ہو گا۔ کیونکہ

واعظ ایک نہایت معتبر صاحب تھے جن کے
موثق و مستند ہونیکے ڈنکے بجے ہوے تھے
یعنی مولوی احمد خیرالدین صاحب مرحوم
اعلی اللہ مقامہٗ تو اِس صورت میں اے دوستو
پھر کیوں آپ اِن تینوں صحابیوں کو حضرت
علیؓ کے دشمن ہونے کا فتویٰ دیکر خواہ مخواہ
تفرقہ پیدا کرتے ہو کسی یگانہ بیگانہ دوست
دشمن مسلم غیر مسلم کو واقعات احکام پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے لحاظ سے کسی طرح کا شک
نہیں ہوسکتا! نہیں ہوسکتا!! نہیں ہوسکتا!!!
اور نہ ہونا چاہئے اِس امر میں کہ چاروں صحابہ

غرض ایک جان ایک قالب تھے باقی رہا اس
امر میں کہ جناب مولیٰ علیہ السلام کا تقرب
اور اختصاص بمصداق واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء
برتر و اعلیٰ تر تھا کوئی منصف مزاج شخص شک
نہیں کرسکتا۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے
کہ جس حال میں جناب مولیٰ کی ذات والا
صفات اس زمانہ میں جامع الصفات مانی
گئی تھی دوست دشمن عزت کی نگاہ سے آپکو
دیکھا کرتے تھے آپ کی شجاعت اور دلیری
کی دھاک دوست دشمن سب کے دلوں میں
بندھی ہوئی تھی ایک عالم آپ کا لوہا مانتے

ہوئے تھا اور صحابیانِ رسول مقبول بھی آپکے
دلدادہ تھے تو کون سا امر مانع تھا کہ آپ ہی
خلافت کی مسند کو زینت بخشتے مگر ان کی
ارفع و اعلیٰ شان کا وہی اقتضا تھا۔ جیساکہ
ایک شفیق عادل بزرگ۔ خاندان کو ہونا چاہئے
جو اپنے خاندان کے بقا اور بہتری کے مقابلہ
میں ذاتیات کو دور رکھ کر خود سب کا پشت و
پناہ اور حامی بنکر خاندان کے مشین کی کل
پرزوں کو درست اور بنیاد کو مستحکم کرنیکی فکر کرتا
ہے۔

حضرت علیؓ کی روشن گفتار و رفتار و کردار تینوں

خلافتوں کے زمانہ کے محرم نامہ سے مستنبط ہوتے ہیں۔

اِس مقام پر میں اِس قدر کہنے میں ہرگز تامل نہیں کرتا کہ جس حد پر عقید تمندان و محبان علیؓ نے فرطِ محبت و جوشِ عقیدت سے حضرت علیؓ کو مشیت خدا و مصلحت زمانہ کا تابع نہ سمجھ کر مجبور و معذور قرار دیا ہے یہ سراسر نا فہمی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ حضرت علیؓ کو مجبور و معذور اور کسی کے مقابلہ میں مغلوب سمجھنا حضرت کی اعلیٰ شان کی توہین کرنا ہے۔ جو ناقابلِ بخشش گناہ ہے۔

جہاں تک میری ناقص اور محدود سمجھ واقعات
کا اندازہ کرسکتی ہے۔ اس کی بنا پر میں ضرور
کہوں گا کہ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد دین اسلام کی بقا رواجرلسر
کیلئے باجماع جمہور پہلی دوسری اور تیسری
خلافت قایم ہوئی حضرت علیؓ کی خلافت
منافقین کے نفسانی جھگڑوں سے لبریز ہے
اور جو کدورتیں مخالف دلوں میں پوشیدہ
تھیں وہ دفعتاً ظاہر ہوگئیں جس کا نتیجہ خلیفہ
چہارم (حضرت علیؓ) کی شہادت اور پانچویں
خلیفہ حضرت امام حسنؑ کا خلع خلافت کرنا تھا

امام حسنؑ کے بارِ خلافت سے سبکدوش ہونے
کے بعد خلافت حکومت سے بدل گئی۔ امیر معاویہ
کی حکومت نے زور پکڑا۔ ان کے بعد یزید نے
تختِ حکومت پر قدم رکھتے ہی فسق و فجور
و منہیات و معصیات کو زینت دی اور تباہی
خاندانِ رسالت کی داغ بیل ڈالی۔ یہانتک
کہ قتلِ حسین ابن علی کا واقعہ ہائلہ عمل میں
آیا۔ زمین و آسمان تہ و بالا ہو گئے اور الا
قد قتل الحسین بکربلا کی آواز بلند ہوئی۔
اِس مقام پر جو چیز سمجھنے اور انصاف کرنیکی
ہے وہ یہ ہے کہ اگر دینِ محمدی دنیا سے

پردے پر زندہ اور نام اسلام اس صفحہ ہستی پر باقی رہا تو اشہد باللہ وکفی باللہ شہیدا امام حسین علیہ السلام کا صدقہ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ ٭ دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ

سر داد نداد دست در دست یزید ٭ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

وہ کون حسینؑ؟ اللہ کے مقبول اور پیارے بندے اور رسولؐ کے نورنظر علیؑ کے لخت جگر فاطمہؑ کے روح رواں حسنؑ کے راحت جاں۔ امت محمدی کے ایمان۔ دوست

دشمن کے مہربان۔ خاندانِ نبوت کے خورشید درخشان۔ فوج اسلام کے نشان۔ عالی دودمان اہلِ بیت کے ماہ تاباں ہمارے جان و ایمان ان پر قربان۔ کہو اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد

اے مسلمانو! اے مومنین!! اے سنی شیعہ بھائیو بارہ سو سال سے جو جھگڑے چلے آرہے ہیں دراصل محض جزوی اور فروعی جھگڑے ہیں گو اب تک طے نہیں ہوئے ان کو اب آپ لوگ کیوں لئے بیٹھے ہیں۔ اب بمصداق

درمیانِ جان و جاناں ماجرائے رفت رفت

ان کو چھوڑو اور یگانگی کے دامن میں آجاؤ

بلکہ اپنے گھر کو جو خراب ہو رہا ہے۔ دیکھو بھالو۔ اس کی درستی کرو۔ آپس کی لڑائی میں ہمیشہ تیسرے کی مداخلت ہوتی ہے اُس سے بچو اور سب کو بچاؤ۔ شیر و شکر بنو دو روز کی دنیا ہے۔ بہتی گنگا ہے سب ایک کشتی کے سوار ہو دینی کشتی کو باد مخالف سے بچا کر پوری ناخدائی کرو اور کنارے پہنچا دو۔

دیکھو! تمہاری ہی آپس کی ناچاقیوں اور دل کی کدورتوں نے ایسی اور ننگ نشین دین مبین یعنے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا اور ہم سب کو مصیبت کا رونا رلایا۔

ہائے وہ حسینؑ جس نے رسولؐ اللہ کے سینے
پر پرورش پائی ہو اور پشت پر سوار ہوا ہو اور
جس رسولؐ نے بارِ نبوت کو اٹھایا تھا حسینؑ
کے ناز کو بھی اُٹھایا ہو۔ ایسے ناز پروردۂ کنارِ نبوت
کے جسم مطہر پر سواروں کو دوڑایا اور خلق الآدم
علی صورتہ کی موہنی مورت کو انتہائے
بے ادبی کے ساتھ خاک و خون میں ملا کر
فاطمہؑ کے دل کو داغ دیا علیؑ کا چمن برباد
کیا اور مصطفٰے کے گلشن کو اجاڑا۔ وائے
برحال مگر دیکھو حسینؑ نے صدمے سہے آفتیں
سہیں۔ جان تک فدا کر دی مگر راستی اور حق سے

منہ نہ موڑا۔ تم اُسی بادشاہ کی رعایا اُسی امام
کے مقتدی ہو کر راستی اور حق کو چھوڑ بیٹھے ہو
اور آپس میں نہیں ملتے۔ یہ بدبختی نہیں تو کیا ہے
ع۔ واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی"
صدقے تم پر ماں باپ۔ فدا تمہارے قدموں کے
آل اور اولاد جان تم پر نثار۔ ایمان تم پر تصدق
کیسے بہادر ہو کہ اپنے نانا کے دین کو راہِ خدا
میں سر دیکر اپنا دین بنا لیا اور اپنے نانا کی
امت کو اپنی غلامی کا شرف بخشا۔ دنیا میں
بات رکھ لی۔ پت رکھ لی۔ لاج رکھ لی۔ اولاد
کو نثار کیا۔ اپنی جان سے ہاتھ دھویا قربان آپکے

یا حسینؑ کیا کہنا۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

دین اسلام کی کشتی کی خوب ناخدائی کی۔ آپ سا
عالی گہر پاک نیت پاک طینت پاک دل والا
کیا کوئی پیدا ہو سکتا ہے؟
حاشا و کلا واللہ ثم باللہ خدا لگتی بات تو
یہ ہے کہ نہ تجھ سا کوئی پھر ہوا ہے اور نہ ہوگا۔
سب کے جی ڈوب گئے تھے اور سب دریائے
ہوس کے آشنا بن گئے تھے۔ الٹی گنگا بہائی
تھی مگر آپ نے یا حسینؑ اپنے نانا محمدؐ کی وراثت
اور وصیت کو پورا کر کے دکھلایا۔

نہ فقط دوست تمہارا دم بھرتے ہیں اور جے
مناتے ہیں دشمن بھی کہتے ہیں کہ حسینؑ کا رے کردی
گنگا جمنی عقیدے والے اگرچہ اُتار چڑھاؤ کے
آشنا اور بحرِ نفاق کے تیراک ہیں مگر حسینؑ آپ نے
نفاق کو بھی اس طرح تلوار کی گھاٹ کا پانی پلایا
کہ اب سب متفق اللفظ متحد المعنی یہی کلمہ پڑھتے ہیں
کہ دین اسلام کو حسینؑ نے زندہ کیا۔ ہاں بھائیو
حسینؑ پر فدا ہو حسینؑ کے نام پر جان نثار کرو
دشتِ کربلا کی خاک کو خاکِ شفا مانو۔ آنکھوں کا
سرمہ بناؤ۔ سعادت کے چہرے کو روشن کرو۔ ناروا
کوششوں سے باز آؤ۔ آپس کی کدورتوں میں

آگ لگاکر اُسے خاک میں ملاؤ حسینؑ کا نام حبیبِ حسینؑ کا کلمہ پڑھو۔

اے بھائیو حسینؑ نے راہِ حق میں خون بہا کر اور خون بہا لیکر شہنشاہی حاصل کی اور خدائی کے مختار بن بیٹھے اور تم خلافت کو لئے بیٹھے ہو۔ واللہ قصور معاف تمہارے حوصلے بھی پست ہیں یہ رونا تو ابدالاباد تک رہے گا کہ ایسا سرتاج ایسا سردار ایسا آقا بندہ نواز۔ صاحب اعجاز میدانِ شجاعت کا یکہ تازنہ پھر کبھی ملا ہے اور نہ ملے گا۔ مگر جبکہ تختِ شاہنشہی اُسے خدا نے عطا کیا ہے تو اب خلافت کے لئے خانہ جنگی کرکے دین میں ضعف پیدا کرتے ہو

جو کچھ گذری گذری رضینا بقضاء اللہ وصبرنا علیٰ
بلاء اللہ وشکرنا لنعماء اللہ دربدری سگ ہوسی کو
چھوڑ و۔ ارے بھائیو سمجھو تو جس علیؑ کا نور عین
تاج شہنشاہی کو اپنے سر پر رکھے ہوے ہے
اور بالاتفاق بالاجماع اپنا پرایا دوست دشمن یار
اغیار۔ گل و خار سب حسینؑ کی گاتے ہیں تو ایسے
فرزند کا باپ عالی ہمم واقف اسرار نہاں اسد اللہ
الغالب۔ علم لدنی کا عالم امرائے نہاں کا
امیر با تدبیر جسکے پیش نظر ماضی وحال و مستقبال
سب حال کے آئینہ میں عیاں اور منکشف تھے
بھلا اس کو کیا پروا تھی خلافت۔ حکومت۔ دولت

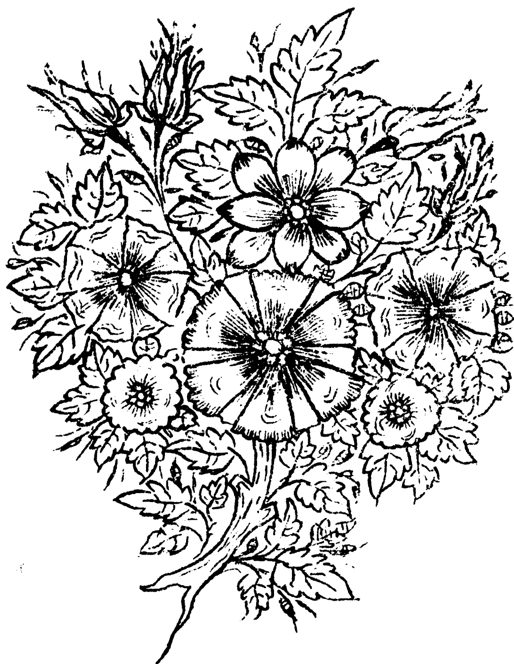
کی۔ وہ جانے ہوئے تھے اور خدا نے باور کرادیا
تھا کہ اے علیؑ تو ایک ایسے شہنشاہ کا باپ ہے
جس کو ہم نے دین میں شہنشاہی کی عزت دی
ہے۔ وہ ایسا شہنشاہ ہے جس کا جواب میرے
نبیؐ کے بعد اگر ہے تو وہ ہی ہے وہ کون حسینؑ
تیرا فرزند جو دنیا سے بے نیاز رہا اور وہی تیرا
حسینؑ۔ محمدؐ کا لخت جگر محمد کے دین کا محافظ
ہے جس نے میری طرف سے تبلیغ اور اشاعت
وحدانیت اور حق پرستی اور راستے کے لئے خدا
کی راہ میں سر فدا کیا۔ مگر مجھ سے منہ نہ موڑا بس
اے بھائیو! محبان علیؑ و عقیدتمندان اہل بیت

محمدیؐ۔ دیکھو غور کرو۔ اس خدائے برحق کو سجدہ کرو۔ جس نے دنیا کے دولتمندوں یعنے یزید اور اُسکے ذُریات جو دنیا پرستی اور بوالہوسی کا زہریلا جام پی چکے تھے اور اُس کے نشہ میں بدمست اور خدا اور خدا کے رسُول کو بھُولے ہوئے تھے ان کو اور اُن کی مشیخت کو یک قلم مٹا دیا اور اُن کے نام و نشان کو بے نشان کر دیا۔ آج نہ اُن کا کوئی نام لیوا ہے نہ پانی دیوا۔ اور جس حسینؑ کو شہید کرکے اور آپ کے چھوٹے چھوٹے اُٹھتی جوانی کے نئے کویلوں کو تباہ کرکے یہ سمجھا تھا کہ آج ہم نے اہلبیت کے نام و نشان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اُسی حسین کا

آج تک اور آج سے ابدالاباد تک نام باقی ہے
اور باقی رہے گا۔ پس علیؑ اور محبانِ علیؑ کو دیکھو
اور آپس کی لڑائیوں کو دیکھو نہیں انہیں ایکبایئو
ہے برسرِ دلِ شاہیم شوکت گدا این است
خاکپائے معشوقم رتبہ رسا این است
میں اپنے سب مسلمان بھائیوں سے امیدوار ہوں
کہ اگر نادانستہ بمصداق الانسان مرکبٌ من الخطاء
والنسیان کوئی بات مجھ سے فرو گذاشت ہوئی ہو
یا میرا کوئی کلمہ کسی فریق کے مخالف میں ہو تو
بمصداق۔ برمن منگر بر کرم خویش نگر۔ معاف فرمائینگے
اپنے پیارے خواجہ کی خدمت میں ادب سے عرض ہے

کہ حضرت نے اپنے ناچیز شاد کی رائے محرم نامہ کے متعلق طلب فرمائی تھی اب بامتثال الامر اور قول الحق مُرٌّ کو یاد رکھ کے جو کچھ ناچیز رائے تھی عرض کی گئی اگر مرضی کے خلاف ہو تو معافی کے قابل ہوں میری دانست کی حد تک میرا اصلی عقیدہ اور ترجمان دل یہی ہے جو کچھ کہ لکھا ہے۔ اِن سیاہ الفاظ کے حلقہ میں جس قدر جان ہے وہی میری اصلی رائے ہے اگر کہیں میرے قدم کو لغزش ہوئی ہو تو معاف فرما کر اصلاح سے ممتاز کریں ؀





(کتبۂ گوہر رقم ساڈھوری)